## حرفِ آغاز

# مسلمانوں کے معاملات میں غیرمسلم کی شہادت

سید جلال الدین عمری

مسلمانوں کے معاملات میں غیرمسلموں پر اعتماد کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا خاص تعلق ان کی شہادت کے سوال سے بھی ہے۔ وہ مسلمانوں کے معاملات میں گواہی دے سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا ان کی گواہی ہر طرح کے معاملات میں قبول کی جائے گی یا صرف بعض معاملات میں؟ جن امور میں ان کی گواہی قبول کی جائے گی وہ کیا ہیں؟ کیا ہر حال میں ان کی گواہی قبول کی جائے گی یا بعض مخصوص حالات ہی میں وہ قابل قبول ہوگی؟ ان سوالات کا غیرمسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے معاملات اور ان سے تعلقات سے گہرا تعلق ہے۔ اس لیے یہاں ان سوالات پر کسی قدر تفصیل سے بحث کی کوشش کی جائے گی۔

## سفر میں وصیت کا حکم

قرآن مجید میں ایک خاص پس منظر میں غیرمسلموں کی شہادت کا ذکر ہے۔ ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ | اے ایمان والو! جب تم میں سے |
| بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ | کسی کو موت آئے اور وہ وصیت کرے |
| الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ | تو اپنوں میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ |
| ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ | بنائے اور اگر تم سفر میں ہو اور موت کا |
| مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ | وقت آپہونچے تو دوسروں میں سے |
| ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ | دو کو گواہ بناسکتے ہو۔ اگر تمہیں گواہوں |
| مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا | کے بارے میں شبہ ہو جائے تو تم ان |
| مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ | کو نماز کے بعد روکو وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں |
| بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ | گے کہ ہم اس کے بدلہ کوئی مالی فائدہ |

بِہٖ ثَمَنًا وَّلَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی ۙ
وَلَا نَکْتُمُ شَہَادَۃَ اللّٰہِ
اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ ○
فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓی اَنَّہُمَا
اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ
مَقَامَہُمَا مِنَ الَّذِیْنَ
اسْتَحَقَّ عَلَیْہِمُ الْاَوْلَیٰنِ
فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ لَشَہَادَتُنَآ
اَحَقُّ مِنْ شَہَادَتِہِمَا وَمَا
اعْتَدَیْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ
الظّٰلِمِیْنَ ○ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ
یَّاْتُوْا بِالشَّہَادَۃِ عَلٰی وَجْہِہَآ
اَوْ یَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ
بَعْدَ اَیْمَانِہِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاسْمَعُوْا ؕ
وَاللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ○

(المائدہ: ١٠٦ - ١٠٨)

نہیں اٹھا رہے ہیں خواہ ہمارا کوئی رشتہ دار
ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی کو چھپاتے
ہیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو گناہ گار ہوں گے۔
پھر اگر پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے
(حقیقت کو چھپا کر) گناہ کا ارتکاب کیا ہے
تو ان کی جگہ دو گواہ جو میت سے سب
سے زیادہ قریب ہیں اور جن کا حق مارا گیا
ہے کھڑے ہوں گے اور اللہ کی قسم کھائیں گے
کہ ہماری گواہی ان کی گواہی کے مقابلہ میں
زیادہ سچی ہے۔ ہم نے کوئی زیادتی نہیں
کی ہے ورنہ ہم ظالم ہوں گے۔ اس طرح
توقع ہے کہ لوگ شہادت صحیح طریقہ سے
ادا کریں یا اس بات سے ڈریں کہ ان کی
قسمیں دوسری قسموں کے بعد رد
ہو جائیں گی۔ اللہ سے ڈرو اور بات
سنو۔ اللہ فاسقوں کی ہدایت نہیں کرتا۔

ان آیات میں جو حکم بیان ہوا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان حالت سفر میں ہو اسی حالت میں اس کا آخری وقت آن پہونچے اور وہ اپنے مال واسباب یا کسی بھی چیز کی وصیت کرنا چاہے تو اپنے میں سے دو عادل افراد کو یا غیروں میں سے دو کو اپنی وصیت پر گواہ بنا دے۔ (اس پر وصیت کرنے والے کے ورثاء کو اعتراض نہ ہو تو وصیت نافذ ہو جائے گی) لیکن اگر انہیں گواہوں کے بیان پر اعتماد نہ ہو تو گواہ قسم کھائیں گے کہ ان کا بیان صحیح ہے اور کسی دنیوی مفاد کے لیے انھوں نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا ہے (اس لیے کہ شریعت کا اصول ہے کہ مدعی کو دلیل فراہم کرنی ہوتی ہے اور وہ دلیل فراہم نہ کر سکے تو مدعا علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ یہاں ورثاء کی حیثیت مدعی کی اور گواہوں کی مدعا علیہ کی ہے) لیکن اگر ورثاء یہ دعویٰ کریں کہ گواہوں کے پاس وصیت کرنے والے کی فلاں

چیز موجود ہے اور گواہ یہ کہیں کہ یہ اس سے خریدی گئی ہے ۔ تو اب گواہوں کی حیثیت مدعی کی ہو جائے گی اور انھیں اپنی خریداری کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا، اگر یہ ثبوت فراہم نہ کرسکے) تو دو قریب ترین ورثاء سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے دعوی پر قسم کھائیں۔ اس کے بعد اس چیز کا ان کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا۔[1]

## کیا غیر مسلم گواہ ہو سکتا ہے؟

ان آیات سے متعلق مفسرین نے بہت سے سوالات چھیڑے ہیں۔

وصیت پر جو لوگ گواہ بنائے جائیں گے ان کے متعلق فرمایا۔ اِثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ (دو عادل گواہ تمہارے اندر کے ہوں یا دو تمہارے غیروں میں سے)

اس فقرہ کا ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ گواہ تمہارے گھر اور خاندان کے لوگ ہوں۔ اگر وہ نہ ہوں تو خاندان کے باہر کے لوگ گواہ بنائے جائیں۔ حضرت عکرمہ، ابن سیرین اور امام زہری وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| اثنان ذوا عدل منکم ای | ' دو عادل گواہ ہوں تم میں سے' یعنی |
| من عشیرتہ او آخران من | وصیت کرنے والے کے قبیلہ سے یا |
| غیرکم ای من غیر | دو گواہ تمہارے غیروں میں سے یعنی وصیت |
| عشیرتہ | کرنے والے کے قبیلہ کے باہر سے۔ |

ان حضرات کی رائے یہ ہے کہ گواہ چاہے خاندان کے ہوں یا خاندان سے باہر کے وہ سب مسلمان ہوں گے۔ غیر مسلم کو گواہ نہیں بنایا جا سکتا۔[2]

بعد کے مفسرین میں زمخشری بھی اسی کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ خاندان کے لوگ وصیت کرنے والے کے حالات اور وصیت کے پس منظر سے بہتر طور پر واقف اور اس کے خیر خواہ ہوتے ہیں اس لیے انھیں ترجیح دی گئی ہاں ان کی عدم موجودگی میں

---

[1] جصاص، احکام القرآن: ۲/ ۶۰۱ - ۶۰۲

[2] طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن: ۱۱/ ۱۶۶ - ۱۶۸

دوسروں کو گواہ بنایا جاسکتا ہے[1]

یہی رائے علامہ ابو السعود کی بھی ہے[2]

لیکن علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ ان آیات کے آگے پیچھے خاندان اور قبیلہ کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لیے وہ مراد نہیں ہو سکتا[3]

## کیا صرف اہلِ کتاب کی گواہی معتبر ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، سعید بن مسیبؒ، قاضی شریحؒ، ابن سیرینؒ، امام اوزاعیؒ، ثوری اور امام احمد کی رائے یہ ہے کہ 'وَاٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ' کے الفاظ یہاں اہلِ کتاب کے لیے ہیں۔ ان کے نزدیک سفر میں وصیت کی نوبت آجائے اور مسلمان موجود نہ ہوں تو اہلِ کتاب میں سے دو کو گواہ بنایا جاسکتا ہے[4]

اس کی تائید اُس روایت سے ہوتی ہے جو اس کے شانِ نزول میں آئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ قبیلۂ بنوسہم کے ایک صاحب جو مسلمان تھے (جن کا نام بدیل یا بجیل بتایا گیا ہے) تمیم داری اور عدی بن بدّہ کے ساتھ (جو اس وقت نصرانی تھے) سفر پر گئے۔ اس سفر میں ان کا ایک ایسی جگہ انتقال ہوگیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ انتقال سے پہلے انھوں نے اپنا سامان ان دو اشخاص کے حوالہ کردیا اور کہا کہ اسے ان کے گھر والوں کو پہونچادیں۔ حضرت تمیم کہتے ہیں کہ اس شخص کے مرنے کے بعد ہم نے اس کا کچھ سامان رکھ لیا۔ اس میں چاندی کا ایک پیالہ بھی تھا جس پر سونے کے نقش ونگار تھے۔ یہ اس کا سب سے قیمتی سامان تھا۔ اسے ہم نے ایک ہزار درہم میں فروخت کیا اور رقم آپس میں تقسیم کرلی۔ باقی سامان بدیل کے رشتہ داروں کے حوالہ کردیا۔

---

[1] زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/ ۶۵۰

[2] ابو السعود، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم علی ہامش الرازی: ۴/ ۲۰۲

[3] جصاص، احکام القرآن: ۲/ ۵۹۷

[4] ابن حجر، فتح الباری: ۵/ ۴۱۳۔ ان میں سے صحابہ وتابعین کی رایوں کے لیے دیکھی جائے، طبری: تفسیر ۱۱/ ۱۶۰ اور آگے کے صفحات۔

انھوں نے اس میں وہ قیمتی پیالہ نہ دیکھا جو بدیل اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ایک روایت ہے کہ وہ سامان جو اس نے ان دونوں کے حوالہ کیا تھا اس کی فہرست اسی سامان میں موجود تھی۔ سامان اس کے مطابق نہیں تھا اس میں وہ پیالہ بھی غائب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں تمیم اور عدی سے جب پیالہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے قسم کھا کر اپنی ناواقفیت ظاہر کردی۔ لیکن جلد ہی یہ پیالہ مکہ میں ایک شخص کے پاس دیکھا گیا۔ اس نے بتایا کہ یہ تمیم اور عدی سے خریدا گیا ہے۔ اس کے بعد بدیل سہمی کے رشتہ داروں نے قسم کھائی کہ پیالہ ان ہی کا ہے اور تمیم اور عدی نے غبن کیا ہے۔ چنانچہ ان آیات کی روشنی میں ان کے حق میں فیصلہ کردیا گیا۔[۱]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے گورنری کے زمانہ کی بات ہے کہ ایک مسلمان، دقوقہ (عراق کا ایک شہر) میں تھے کہ ان کا آخری وقت آگیا۔ وہاں قریب میں کوئی مسلمان نہ تھا جسے وہ اپنی وصیت کے سلسلہ میں گواہ بناتے۔ چنانچہ انھوں نے اہل کتاب میں سے دو کو گواہ بنایا۔ یہ دونوں کوفہ آئے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کی خدمت میں پہونچے، اس مسلمان کے انتقال کی خبر دی، اس کی وصیت بیان کی اور اس نے جو چیزیں چھوڑی تھیں وہ واپس کیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا اسی طرح کا ایک واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں پیش آیا تھا۔ یہ دوسرا واقعہ ہے۔ پھر ان سے بعد عصر قسم لی کہ انھوں نے نہ تو کذب بیانی کی ہے اور نہ خیانت کی ہے اور نہ اس کی وصیت میں کوئی تبدیلی کی ہے۔ یہ اسی کی وصیت اور اسی کا ترکہ ہے۔ انھوں نے قسم کھائی اور آپ نے اس پر عمل کیا۔[۲]

## اہلِ کتاب کے علاوہ دیگر غیر مسلموں کی گواہی بھی معتبر ہے

اس مسئلہ میں ایک رائے یہ بھی رہی ہے کہ "اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ" (تمہارے غیروں میں

---

۱۔ بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ عزوجل یاایہا الذین آمنوا شہادۃ بینکم الخ مع فتح الباری ۵/۱۰-۴۱۱۔ ترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ المائدہ۔ ابوداؤد، کتاب القضاء، باب شہادۃ اہل الذمہ والوصیۃ فی السفر

۲۔ ابوداؤد، کتاب القضاء، باب شہادۃ اہل الذمۃ والوصیۃ فی السفر۔

سے دو) کو اہلِ کتاب کے ساتھ مخصوص سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ الفاظ عام ہیں۔ ان میں سب ہی غیر مسلم آجاتے ہیں۔ یہ رائے سلف میں سعید بن جبیر، مجاہد، ابن سیرین، ابن زید، عبیدہ بن عمرو السلمانی وغیرہ کی ہے۔ انھوں نے 'من غیرکم' کی تشریح 'من غیر اھل دینکم (جو تمہارے دین والے نہ ہوں) اور 'من غیر اہل ملتکم' (جو تمہاری ملت والے نہ ہوں) سے کی ہے[1]

علامہ ابن جریر طبری نے اسی کی تائید کی ہے۔ کہتے ہیں۔ 'وَاٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ' میں اللہ تعالیٰ نے کسی گروہ کی تخصیص نہیں کی ہے۔ الفاظ عام ہیں۔ جو لوگ اسلام سے باہر ہیں چاہے وہ یہودی اور نصرانی ہوں یا مجوسی اور بت پرست، سب ہی اس میں آجاتے ہیں[2] یہی رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔

## کیا مسلمان کی عدم موجودگی میں غیر مسلم گواہ ہوں گے

قرآن مجید کے الفاظ سے ایک استدلال یہ کیا گیا ہے کہ سفر میں وصیت ہر دو عادل مسلمانوں یا دو غیر مسلموں کو گواہ بنانے کا اختیار ہے۔ وصیت کرنے والا ان میں سے جن کو گواہ بنانا چاہے بنا سکتا ہے لیکن جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس میں یہ اختیار نہیں ہے بلکہ آیت کا منشا یہ ہے کہ سفر میں اگر مسلمان گواہ نہ ملیں تو غیر مسلموں کو گواہ بنایا جائے[3]

## غیر مسلم کی شہادت صرف حالت سفر میں قابل قبول ہوگی

جن اصحاب نے وصیت کے معاملہ میں غیر مسلم کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حکم کا تعلق خاص سفر سے ہے۔ حضر میں مسلمان کے معاملات میں غیر مسلم کی شہادت معتبر نہ ہوگی، اس لیے کہ ایک مسلمان کو اپنے وطن میں کسی غیر مسلم کو گواہ بنانے

---

[1] ابن جریر، تفسیر، ۱۱/ ۱۶۳ - ۱۶۶

[2] ابن جریر، تفسیر جامع البیان: ۱۱/ ۱۶۹

[3] ماوردی: النکت والعیون: ۱/ ۴۹۴

کی کوئی خاص مجبوری نہیں ہے۔ اسے آسانی سے مسلمان مل سکتے ہیں۔ البتہ سفر میں اس کا امکان ہے کہ وصیت پر گواہ بنانے کے لیے کوئی مسلمان نہ ملے۔ اس صورت میں غیر مسلم کو گواہ بنایا جا سکتا ہے۔

قاضی شریح کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی کی شہادت صرف سفر میں جائز ہے اور وہ بھی وصیت کی حد تک[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعری کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ وہ اس قسم کی شہادت کو جائز سمجھتے تھے۔ اس کے ذیل میں علامہ خطابی لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| فیہ دلیل علی ان شہادۃ اھل الذمۃ مقبولۃ علی وصیۃ المسلم فی السفر خاصۃ۔ | اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ خاص سفر کی حالت میں مسلمان کی وصیت پر ذمیوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔ |

فرماتے ہیں یہی قاضی شریح، ابراہیم نخعی اور امام اوزاعی کی رائے ہے[2]

## وصیت کے مفہوم کی وسعت

قرآن مجید نے وصیت کا جو لفظ استعمال کیا ہے اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس میں بیع کا اقرار، قرض کا اقرار، ہبہ اور صدقہ جیسے بہت سے امور شامل ہو جاتے ہیں۔ علامہ ابوبکر جصاص کے بقول اللہ تعالیٰ نے کسی خاص قسم کی وصیت کا حکم نہیں دیا ہے اس لیے اسے محدود نہیں کیا جا سکتا[3]

## قسم کس نماز کے بعد لی جائے گی؟

وصیت کے سلسلہ میں گواہوں یا میت کے وارثوں سے قسم لینے کی ضرورت پیش آئے تو قرآن مجید نے ہدایت کی ہے کہ بعد نماز قسم لی جائے۔ اس بارے میں دو رائیں ملتی

---

[1] ابن جریر، جامع البیان: ۱۱/ ۱۶۴

[2] خطابی، معالم السنن: ۴/ ۱۷۱

[3] جصاص، احکام القرآن: ۲/ ۵۹۸

ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے عصر کی نماز مراد ہے۔ گواہ چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم بعد عصر ان سے قسم لی جائے گی (اس لیے کہ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے اور اس میں بڑا مجمع بھی ہوسکتا ہے) علامہ ابن جریر نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔ لیکن ایک رائے یہ بھی ہے کہ مسلمان سے بعد عصر قسم لی جائے گی اور غیر مسلم سے اس کی نماز (عبادت) کے بعد۔ اسے سمجھایا جائے گا کہ اگر اس نے خیانت کی تو اسے سزا ملے گی اور وہ اپنی قوم میں رسوا ہوگا۔[1]

## کیا سورۂ مائدہ کی یہ آیات منسوخ ہیں؟

فقہاء میں ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ یہ آیات منسوخ ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید نے سورۂ بقرہ میں شہادت کا اصول قرض کے لین دین کے سلسلے میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

| | |
|---|---|
| وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ | اور گواہ مقرر کرو اس پر دو گواہ.... |
| ........ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ | .....ان لوگوں میں سے جن کو تم پسند |
| مِنَ الشُّهَدَاءِ (البقرہ: ۲۸۲) | کرتے ہو۔ |

اس میں صراحت ہے کہ مسلمانوں کے معاملات کے گواہ ان میں کے پسندیدہ افراد ہونے چاہئیں۔ کافر کو اس کے کفر کی وجہ سے پسندیدہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ لہٰذا اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی۔ قرآن مجید کا ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

| | |
|---|---|
| وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ | اور اپنے میں سے دو عادل افراد |
| مِّنْكُمْ (الطلاق: ۲) | کو گواہ مقرر کرو۔ |

اس میں واضح الفاظ میں کہا گیا ہے کہ گواہ مسلمانوں میں سے ہونے چاہئیں اور انھیں عادل ہونا چاہیے۔ امت کا اجماع ہے کہ مسلمانوں میں بھی جو فاسق ہے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ جب فاسق مسلمان کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تو کافر کی بدرجہ اولیٰ ناقابل قبول ہوگی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ

---

[1] ابن جریر، جامع البیان: ۱۱/۱۷۵، ۱۷۶۔ نیز ملاحظہ ہو، رازی، التفسیر الکبیر: ۳/۷۰۴، ۳۷۲

کے نزدیک یہ حکم منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ ان کے نزدیک حالت سفر میں مسلمان موجود نہ ہوں تو غیر مسلموں کو وصیت پر گواہ بنایا جا سکتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب، یحییٰ بن یعمر، سعید بن جبیر، ابو مجلز، ابراہیم نخعی، قاضی شریح، عبیدہ سلمانی، ابن سیرین وغیرہ اسی کے قائل ہیں[1]۔ فقہاء میں حضرت سفیان ثوری کی یہی رائے ہے۔ ابو عبید قاسم بن سلام کا بھی اسی طرف رجحان ہے۔ امام احمد نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| شہادۃ اہل الذمۃ | حالت سفر میں ذمیوں کی شہادت |
| جائزۃ علی المسلمین فی | مسلمانوں کے معاملہ میں جائز ہے جب |
| السفر عند عدم المسلمین[2] | کہ مسلمان موجود نہ ہوں۔ |

جن اصحاب نے اسے منسوخ مانا ہے ان کے استدلال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ سورۂ مائدہ کا نزول نبوت کے آخری سال میں ہوا ہے جب کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ طلاق اس سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھیں اس لیے وہ سورۂ مائدہ کے کسی حکم کی ناسخ نہیں ہو سکتیں۔ علامہ ابوبکر جصاص اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے سورۂ مائدہ کو آخری سورت کہا ہے ان کا منشا یہ ہو سکتا ہے کہ فی الجملہ یہ آخر میں نازل ہوئی اس کے باوجود یہ ممکن ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت دین جس میں شہادت کا ذکر ہے بعد میں نازل ہوئی ہو، لیکن یہ بات کچھ زیادہ مضبوط نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ خود جصاص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ سے نقل کیا ہے کہ سورۂ مائدہ آخری سورہ ہے اور اس کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے۔ وہ روایات یہ ہیں۔

ضمرہ بن جندب اور عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ مائدہ آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں بیان کردہ حلال کو حلال اور حرام

---

[1] جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ان حضرات کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ اجازت صرف اہل کتاب کی حد تک ہے یا عام ہے؟

[2] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۶/۳۵۰-۳۴۹۔ علامہ خرقی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حنابلہ غیر مسلموں میں اہل کتاب ہی کی شہادت کو معتبر مانتے ہیں (ابن قدامہ: المغنی: ۹/۱۸۲) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وخص جماعۃ القبول باھل الکتاب وبالوصیۃ وبفقد المسلم حینئذ منھم ابن عباس وابو موسیٰ الاشعری و سعید بن المسیب وشریح وابن سیرین والاوزاعی والثوری وابو عبید واحمد۔ فتح الباری: ۵/۴۱۲

کوحرام سمجھو۔ یہی بات حضرت عائشہؓ اور حضرت حسن بصری نے کہی ہے۔ ابومیسرہ کہتے ہیں کہ سورۂ مائدہ میں اٹھارہ فرائض (احکام) کا ذکر ہے۔ اس میں کوئی منسوخ نہیں ہے[1]

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ نسخ کے لیے دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ ناسخ موجود ہو، دوسرے یہ کہ ناسخ و منسوخ میں جمع کرنا ممکن نہ ہو۔ جن آیات کو ناسخ کہا جاتا ہے ان میں شہادت سے متعلق ایک عام حکم ہے اور سورۂ مائدہ ایک خاص صورت حال سے بحث کرتی ہے اس لیے ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی مائدہ کے ان احکام کو منسوخ نہیں کہا ہے، اس کے برخلاف تین صحابہ وہ ہیں جنھوں نے صراحت کی ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہیں۔ ان کی اس صراحت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس معاملہ میں ان کی رائے فیصلہ کن ہوگی۔ یہ آیات سفر میں جہاں مسلمان نہ ہوں وصیت پر غیر مسلم کی شہادت کا جواز فراہم کرتی ہیں۔ یہ ایک ضرورت ہے اور ضرورت کے وقت عام احکام بدل جاتے ہیں۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| ربما کان الکافر ثقةً عند المسلم ویرتضیه عند الضرورة[2] | بسا اوقات مسلمان کے نزدیک کافر ثقہ اور قابل اعتماد ہو سکتا ہے اور اسے وہ ضرورت کے وقت پسند کر سکتا ہے۔ |

امام رازی بھی اس حکم کو منسوخ نہیں مانتے[3] فرماتے ہیں کہ یہ حکم ایک ضرورت کے تحت دیا گیا ہے اور شریعت کا اصول ہے: الضرورات قد تبیح المحظورات' (ضرورتیں کبھی ممنوع چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں) احکام شریعت میں ضرورت اور مجبوری کی رعایت کی گئی ہے۔ نماز کے لیے وضو کی جگہ تیمم، سفر میں نماز کے اتمام کی جگہ قصر، بعض حالات میں رمضان کے روزے قضا کرنے اور اضطرار میں مردار کھانے کی اجازت اس کی مثالیں ہیں۔ زیر بحث مسئلہ میں بھی ضرورت موجود ہے۔ ایک مسلمان سفر کی حالت میں ہو اور وہاں کوئی مسلمان موجود نہ ہو جسے وہ اپنی وصیت پر گواہ بنا سکے تو غیر مسلم کو گواہ بنانا ایک ضرورت ہے ورنہ بعض اہم مقاصد کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔ جیسے اس پر زکوٰۃ اور کفارے واجب ہوں، یا اس کے پاس امانتیں ہوں یا اس کے ذمہ قرض ہو۔ اگر غیر مسلم کی شہادت قبول نہ کی جائے تو مسلمان کی عدم موجودگی میں یہ تمام حقوق

---

[1] جصاص: احکام القرآن: ۲/۵۹۸

[2] قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۶/۳۵۰ - ۳۴۹
۳۴۷

اور ذمہ داریاں پوری ہونے سے رہ جائیں گی۔ ان کی شہادت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے حیض، حمل، ولادت، بچہ کا مردہ یا زندہ پیدا ہونا جیسے خواتین کے مخصوص معاملات میں ہم عورت کی شہادت پر اکتفا کرتے ہیں اس لیے کہ مردوں کا ان سے واقف ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس حکم کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ امت کی اکثریت کا اتفاق ہے کہ سورۂ مائدہ سب سے آخر میں نازل ہوئی اور اس کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے۔[۱]

فقہاء احناف میں امام طحاوی بھی اس حکم کو منسوخ نہیں مانتے۔[۲]

صحیح بات یہ ہے کہ اسے منسوخ ماننے کی کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے۔

## غیر مسلم کی شہادت غیر مسلم کے حق میں

اس بحث کا تعلق اس بات سے ہے کہ مسلمانوں کے معاملہ میں غیر مسلموں کی شہادت کس معاملہ میں اور کب قبول کی جائے گی؟ اس سے ہٹ کر ایک سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کی شہادت خود غیر مسلم کے معاملات میں قابل قبول ہوگی یا نہیں؟

امام شافعی کے نزدیک ذمی کی شہادت نہ مسلمان کے بارے میں قبول کی جائے گی اور نہ غیر مسلم کے بارے میں۔ یہی امام مالک کی بھی رائے ہے۔

امام شعبی، ابن ابی لیلیٰ اور اسحٰق بن راہویہ کی رائے یہ ہے کہ غیر مسلموں میں ایک مذہب کے ماننے والے کی شہادت اپنے ہم مذہب کے سلسلہ میں تو جائز ہے لیکن دوسرے مذہب کے ماننے والے کے سلسلہ میں قبول نہیں کی جائے گی۔ مثال کے طور پر یہودی کی شہادت یہودی کے معاملے میں تو جائز ہے لیکن نصرانی یا مجوسی کے معاملہ میں ناجائز ہوگی۔ امام زہری کی بھی یہی رائے ہے۔ اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ان مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان عداوت اور دشمنی پائی جاتی ہے اس لیے ان سے عدل و انصاف کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

احناف کی رائے یہ ہے کہ کفر اپنے تمام اختلافات کے باوجود ایک ہے اس لیے ایک مذہب کے ماننے والوں کی شہادت دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے سلسلہ میں

---

[۱] رازی، التفسیر الکبیر: ۳/۶۷۴

[۲] عینی، عمدۃ القاری: ۱۱/۳۱۰

قبول کی جائے گی۔ ان میں فرق نہیں کیا جائے گا۔[1]

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک ذمیوں کی شہادت مسلمانوں کے معاملات میں تسلیم نہیں کی جائے گی البتہ ان کے معاملات میں ان کی گواہی قبول کی جائے گی، چاہے ان کے درمیان مذاہب کا اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے نصاریٰ کی شہادت یہود کے سلسلہ میں یا یہود کی شہادت نصاریٰ کے سلسلہ میں۔[2]

علامہ ابوبکر جصاص نے اس کی ایک دلیل یہ دی ہے کہ سورۂ مائدہ کی زیر بحث آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی وصیت پر ذمی گواہ ہو سکتے ہیں۔ جب مسلمان کی وصیت پر ان کی گواہی معتبر سمجھی جائے گی تو غیر مسلم کی وصیت پر بدرجہ اولیٰ ان کی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن سورۂ بقرہ کی آیت بتاتی ہے کہ مسلمان کے معاملہ میں غیر مسلم کی شہادت قبول نہ کی جائے تو غیر مسلموں کی شہادت غیر مسلموں کے حق میں سورۂ مائدہ کی آیات کی روشنی میں اپنی اصل پر باقی رہے گی۔ یعنی ان کی شہادت کا اعتبار کیا جائے گا۔ سفر میں وصیت کے سلسلہ میں جن فقہاء نے ان کی گواہی تسلیم کی ہے ان کے نزدیک دوسرے تمام حقوق میں بھی ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔[3]

اس کی ایک اور دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجاز شهادة اهل الكتاب بعضهم على بعض[4] | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب میں سے بعض کی شہادت بعض کے حق میں جائز قرار دی ہے۔ |

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہود ایک مرد اور

---

۱؎ خطابی، معالم السنن: ۴/۱۷۲

۲؎ ہدایہ، کتاب الشہادات ۳/۱۲۲ نیز ملاحظہ ہو رد المحتار علی الدر المختار: ۴/۵۲۲

۳؎ جصاص، احکام القرآن: ۲/۶۰۰ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیات سے اصلاً جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کی وصیت پر مجبوری میں ذمیوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔ اس سے ضمناً یہ نتیجہ بھی نکالا گیا ہے کہ ذمیوں کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں قابل قبول ہے۔ احناف جب اصل ہی کو منسوخ مانتے ہیں تو ایک ضمنی استدلال کو بھی جو اس کی فرع ہے منسوخ ہی سمجھا جائے گا۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۶/۳۵۱۔

۴؎ ابن ماجہ۔ ابواب الاحکام، باب شہادۃ اہل الکتاب بعضہم علی بعض۔ اس کے ایک راوی مجالد پر محدثین نے جرح کی ہے۔ نصب الرایۃ: ۴/۸۵

عورت کو زنا کے جرم میں پکڑ کر لائے اور فیصلہ کی درخواست کی۔ آپ نے ان سے چار گواہ طلب کیے۔ گواہوں کے بیانات سے مطمئن ہونے کے بعد آپ نے دونوں مجرموں کو رجم کرا دیا[۱]

یہی رائے احناف کے علاوہ حضرت سفیان ثوریؒ اور بعض دیگر فقہاء کی ہے[۲]

## غیر مسلم کی شہادت کے معتبر ہونے کی شرط

اسلام نے شہادت کے قبول کرنے کے لیے عدل کی شرط رکھی ہے۔ گواہ اگر عادل نہ ہو تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ غیر مسلم عدل کی شرائط پوری کرتا ہے یا نہیں، اسے کسی معاملہ میں عادل مانا جائے گا یا اس کی شہادت کبھی قبول نہیں کی جائے گی؟ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ان اتصاف الکافر بالعدالۃ مختلف فیہ وھو فرع قبول شھادتہ فمن قبلھا وصفہ بھا ومن لا فلا[۳] | کافر کو عادل مانا جائے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف فرع ہے اس اصل کی کہ اس کی شہادت قبول کی جائے گی یا نہیں؟ جس نے اسے قبول کیا اس نے اسے عدل سے متصف قرار دیا اور جس نے اسے قبول نہیں کیا اس نے اسے اس صفت سے متصف نہیں مانا۔ |

سورۂ مائدہ کی زیر مطالعہ آیات کے ذیل میں امام رازی نے اس مسئلہ پر بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ اسے ہم اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید کا حکم ہے وَ اَشۡہِدُوۡا ذَوَیۡ عَدۡلٍ مِّنۡکُمۡ (اپنے میں سے دو عادل افراد کو گواہ بناؤ) اس کا مطلب یہ ہے کہ شہادت عادل مسلمان کی ہونی چاہیے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کافر عادل نہیں ہو سکتا اس لیے اس کی شہادت قابلِ قبول نہیں ہو گی۔

---

[۱] جصاص، احکام القرآن ۲/۶۰۱۔ اس کی سند پر بحث کے لیے دیکھی جائے نصب الرایہ ۴/۸۵

[۲] ابن قدامہ، المغنی: ۹/۱۸۴

[۳] فتح الباری: ۵/۲۱۶

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں عدل کا مطلب عقیدہ کی صحت اور فکر کی سلامتی نہیں بلکہ جھوٹ اور غلط بیانی سے احتراز ہے۔ اسی وجہ سے اہل بدعت اور اہل اہوار کو گم راہ سمجھنے کے باوجود ان کی شہادت، اگر وہ جھوٹ سے بچیں تو، قبول کی جاتی ہے۔ اسی طرح جو غیر مسلم راست باز ہو، کذب بیانی اور مکر و فریب سے دامن کش رہتا ہو اس کی شہادت بھی قبول کی جانی چاہیے۔ اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ غیر مسلم عادل نہیں ہوتا تو یہ ایک عمومی بات ہوگی۔ سورۂ مائدہ میں جس مخصوص صورت حال کا ذکر ہے وہ اس سے مستثنیٰ سمجھی جائے گی[1]

امام رازی کی یہ رائے اس پہلو سے اہم ہے کہ اس سے ایک وسیع دائرہ میں غیر مسلم کی شہادت کا جواز فراہم ہوتا ہے۔

## بعض حالات میں غیر مسلم کی شہادت قبول کی جاتی ہے

قرآن مجید میں زیر بحث آیات کے علاوہ شہادت یا گواہی کا ذکر حسب ذیل مواقع پر آیا ہے۔

۱۔ مسلمانوں کے درمیان قرض کا لین دین ہو تو اس پر گواہ رکھے جائیں۔ (البقرہ ۲: ۲۸۲)

۲۔ یتیم جب سنِ بلوغ کو پہونچ جائے اور اس میں معاملات کی سوجھ بوجھ پیدا ہو جائے تو سرپرست اس کا مال اس کے حوالہ کر دے اور اس پر گواہ رکھے۔ (النساء: ۶)

۳۔ سورۂ نور میں زنا کے الزام اور بیوی پر زنا کی تہمت کے سلسلہ میں شہادت کا ذکر ہے۔ (النور: ۶، ۹)

۴۔ حکم ہے کہ طلاق کے بعد رجوع یا جدائی کی جو شکل بھی اختیار کی جائے اس پر اپنے میں سے دو عادل گواہ رکھے جائیں۔ (الطلاق: ۲)

ان آیات میں مسلمانوں کے لین دین، یتیموں کے حقوق، ان کے سرپرستوں کی ذمہ داریوں، بدکاری، اس کی تہمت اور طلاق کے احکام کا بیان ہے۔ یہ مسائل براہِ راست مسلم سماج سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ان میں مسلمانوں کی شہادت کا ذکر ہے۔ جو مسائل خالص تعبدی نوعیت کے ہوں، جیسے عبادات یا جن کا تعلق نکاح و طلاق اور مسلمانوں کے معاشرتی

---

[1] رازی: التفسیر الکبیر: ۳/۶۷۶

امور سے ہو ان میں فطری بات یہی ہے کہ جہاں شہادت کی ضرورت پیش آئے مسلمان ہی کو گواہ بنایا جائے لیکن بعض حالات اور بعض مسائل ایسے ہو سکتے ہیں جن میں غیر مسلم کی شہادت قبول کی جائے۔

ہمارے فقہاء نے شہادت کی بحث اسلامی ریاست کے پس منظر میں کی ہے۔ اسی وجہ سے انھوں نے اسے ذمی کی شہادت کی حیثیت سے پیش کیا ہے[1]

اسلامی ریاست جہاں مسلمان اکثریت میں ہوں اور جہاں اسلامی قانون نافذ ہو وہاں ممکن ہے کہ بہت سے معاملات میں غیر مسلموں کی شہادت کی ضرورت نہ پیش آئے یا شاذ و نادر پیش آئے، لیکن اس کے باوجود فقہاء نے حالات و ضروریات کے تحت بعض معاملات میں غیر مسلم کی شہادت بھی قبول کی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وقد قبلت شہادۃ الکافر فی بعض المواضع کمافی الطب[2] | بعض مواقع پر کافر کی شہادت قبول کی گئی ہے، جیسے کہ طب کا معاملہ ہے۔ |

شہادت کی مخصوص نوعیت ہے۔ اس سے ہٹ کر فقہاء نے غیر مسلم کی خبر پر اعتماد کا بھی حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنے قول میں صادق مانا جا سکتا ہے۔ فقہ حنفی میں ہے کہ کوئی غیر مسلم چاہے وہ مجوسی ہی کیوں نہ ہو اگر یہ اطلاع دے کہ اس نے کسی کتابی سے گوشت خریدا ہے تو مسلمان کے لیے اس کا کھانا حلال ہے (اس لیے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال ہے) اسی طرح اگر وہ یہ اطلاع دے کہ اس نے گوشت مجوسی سے خریدا ہے تو مسلمان کے لیے اس کا کھانا حرام ہوگا۔ محض اس وجہ سے کہ ایک شخص نے (وہ بھی غیر مسلم نے) اس کی اطلاع دی ہے اس کی خبر کو غلط نہیں قرار دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں اصولی بات یہ کہی گئی ہے۔

| | |
|---|---|
| ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا | اس پر اجماع ہے کہ کافر کی خبر معاملات میں قبول کی جائے گی البتہ دینی امور |

---

[1] شہادت کے مسئلہ اور اس کے احکام کے ذیل میں قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔ ھٰذا الحکم (ای حکم الشہادۃ) یختص بالکافر الذمی واما الکافر الذی لیس بذمی فقد حکی فی البحر الاجماع علی عدم قبول شہادتہ علی المسلم مطلقاً۔ نیل الاوطار ۹/۲۰۸ [2] فتح الباری: ۵/۲۱۳

فی الدیانات[1] میں قبول نہیں کی جائے گی۔

## موجودہ حالات پر ایک نظر

موجودہ دور میں بیشتر مسلم ریاستوں میں غیر مسلم خاصی تعداد میں آباد ہیں اور ان ملکوں کے سیاسی، معاشی اور سماجی معاملات میں اس طرح ان کا عمل دخل ہے کہ مسلمان ان سے کٹ کر نہیں رہ سکتے۔ ان کی ضروریات ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملات میں ان کی شہادت معتبر ہوگی یا نہیں؟ ہمارے خیال میں اوپر کے بیانات کی روشنی میں اس کی گنجائش نکلتی ہے۔

دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی زیادہ تر آبادی ان ممالک میں بستی ہے جہاں غیر مسلم اکثریت میں ہیں اور جہاں معاملات ہر ملک کے اپنے قوانین کے تحت طے ہوتے ہیں۔ ان ممالک میں مسلمان بیع و شراء، قرض کے لین دین، زمین اور جائیداد کی خرید و فروخت، باہمی نزاعات اور جرائم وغیرہ کے سلسلہ میں غیر مسلموں کی شہادت پر بسا اوقات مجبور ہیں۔ اسی بنیاد پر ان کے حقوق کا تحفظ اور ان کے نقصانات کی تلافی ہوسکتی ہے۔ اس صورت حال میں ان کی شہادت کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ بظاہر ان حالات اور مسلمانوں کی عمومی ضروریات کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں کے دنیوی معاملات میں قابل اعتماد اور راست باز غیر مسلم کی شہادت بھی مسلمان کی شہادت ہی کی طرح قبول کی جائے۔

---

[1] در المختار: ۵/۳۰۱-۳۰۲

**عہد نبوی کے غزوات و سرایا**

ڈاکٹر رؤف اقبال صاحب نے اس تصنیف میں اسلام کے نظریہ جہاد پر اسلامی موقف کی بے لاگ ترجمانی کی ہے اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔

آفسٹ کی طباعت۔ صفحات ۲۴۷ قیمت ۲۵ روپیے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲